سیرت و سوانح

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ (۳)

—— عبد الرشید عراقی ——

برِ عظیم کا سیاسی انتشار اور آپ ؒ کا مجاہدانہ کردار

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ کی پیدائش ۱۱۱۴ء میں ہوئی اور سلطان اورنگزیب عالمگیر کا انتقال ۱۱۱۸ء میں ہوا۔ حضرت شاہ صاحب ؒ کی عمر اُس وقت ۴ سال کی تھی۔ اورنگزیب عالمگیر کے جانشین بہت کمزور ثابت ہوئے جس کی وجہ سے پورے برعظیم میں سیاسی انتشار نے جنم لیا اور پورا برعظیم انتظامی اور اخلاقی حیثیت سے انحطاط و پستی' بدنظمی و طوائف الملوکی اور انتشار و اضطراب کے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے دور میں تین جنگجو طاقتوں نے ملک میں انتشار و اضطراب کی فضا پیدا کی' اور یہ تین طاقتیں یہ تھیں:

(۱) مرہٹے (۲) سکھ (۳) جاٹ

مرہٹے : مرہٹے جن کی سرگرمیاں پہلے دکن تک محدود تھیں اور جن کی حیثیت ایک منظم قانونی حکومت کے خلاف ایک احتجاجی گروہ اور چھاپہ مار طاقت سے زیادہ نہ تھی' مرکزی حکومت کی روزافزوں کمزوری' طالع آزما سرداروں کی باہمی زور آزمائی اور امراء سلطنت کی کوتاہ نظری کی وجہ سے ایک ایسی ملک گیر طاقت بن گئے جو دہلی کے تخت پر قبضہ کرنے اور اس خلا کو پُر کرنے کا خواب دیکھنے لگے جو مغلوں کی فوجی طاقت کی کمزوری اور ان کی انتظامی نااہلی نے پیدا کر دیا تھا۔ مرہٹوں کی روز بروز کی شرارت رنگ لائی اور ۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء/ ۶ جمادی الاخریٰ ۱۱۷۴ھ کو پانی پت کے میدان میں احمد شاہ ابدالی کی افغانی فوجوں' نواب نجیب الدولہ کے روہیلہ سپاہیوں اور نواب شجاع الدولہ کے لشکر کی متحدہ طاقت سے مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔ اس طرح مرہٹوں کی طاقت چشم زدن میں کافور کی

© rasailojaraid.com

طرح اڑ گئی۔

سکھ : سکھ پنجاب کا ایک مذہبی گروہ تھا جس کی بنیاد ۱۵ ویں صدی عیسوی میں بابا گرونانک (۱۴۴۹ء۔۱۵۳۹ء) کے ہاتھوں پڑی۔ وہ نفس کُشی، اخلاقیات اور سچائی کی تعلیم دیتے تھے۔ بابا گورونانک کی تعلیمات کو تیسرے گرو امرداس نے بہت زیادہ پھیلایا۔ اس نے ہندوؤں کی اوہام پرستی خصوصاً رسم ستی کی کھلم کھلا مخالفت کی اور نکاح بیوگان کے احکام جاری کئے۔ مغل بادشاہ اکبر نے ۱۵۷۷ء میں انہیں امرتسر میں ایک قطعۂ اراضی عنایت کیا اور اسی کے زمانہ میں امرتسر میں ان کا مذہبی مرکز قائم ہو گیا۔ اس طرح سکھوں کی قومی زندگی کے لئے ایک روحانی مرکز تیار ہو گیا۔ گرو ارجن سکھوں کا چوتھا گرو مقرر ہوا۔ یہ گرو امرداس کا بیٹا تھا۔ اس نے سکھوں کو منظم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا اور گرنتھ کی تدوین عمل میں لایا۔ اس کو "سچا بادشاہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب جہانگیر کے عہد میں اس کے لڑکے خسرو نے بغاوت کی تو گرو ارجن نے خسرو کی مالی امداد کی۔ چنانچہ جہانگیر نے اس کو پہلے قید کیا، بعد میں اسے قتل کر دیا گیا۔ گرو ارجن کے قتل کے بعد پانچواں گرو ہرگووند مقرر ہوا جس نے اعلانیہ مخالفت اور مزاحمت کا طرز عمل اختیار کیا، جس سے سکھوں کی فوجی زندگی کا آغاز ہوا۔ جہانگیر نے ہرگووند کو گرفتار کر کے گوالیار کے قلعہ میں نظربند کر دیا۔ بعد میں رہا کر دیا۔ شاہ جہاں کے عہد میں اس نے کھلم کھلا سرکشی اختیار کی اور حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اخیر میں پہاڑیوں کی طرف نکل گیا اور ۱۶۴۵ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

۱۶۶۴ء میں اورنگزیب عالمگیر کے زمانہ میں ہرگووند کا بیٹا تیغ بہادر گرو منتخب ہوا۔ یہ قانون شکنی میں بہت آگے تھا۔ آخر اس کو گرفتار کیا گیا اور ۱۶۷۵ء میں اورنگزیب کے حکم سے سزائے موت دی گئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا گووند رائے گرو بنایا گیا۔ اس نے سکھوں کو منظم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ ۱۷۰۸ء میں ایک افغان نے اسے زخمی کیا جس سے اس کا انتقال ہوا۔ ہرگووند رائے کا جانشین بندہ بیراگی ہوا جس کی اصل حیثیت سکھوں کے فوجی قائد کی تھی۔ یہ اصلاً کشمیری راجپوت تھا اور اس نے سکھ مت اختیار کر لیا تھا۔ یہ

© rasailojaraid.com

شخص بہت مکار تھا۔ اس نے پنجاب میں وسیع پیمانہ پر رہزنی کی وارداتیں شروع کر دیں۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت روبہ زوال تھی اور انتظامی ڈھانچہ بالکل مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ اس لئے سکھوں کو کھلم کھلا اپنی طاقت میں اضافہ کرنے کا موقعہ مل گیا اور انہوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ بندہ بیراگی نے ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کو بڑی بے رحمی سے قتل کیا۔ ۱۷۱۰ء میں اس نے پنجاب پر چڑھائی کر دی اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ مغل بادشاہ بہادر شاہ اور ان کے بعد فرخ سیر نے اس کے خلاف فوج کشی کی۔ بندہ بیراگی شکست کھا کر بھاگا اور پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔ جب فرخ سیر کے بعد سیاسی انتشار زیادہ پھیلا تو اس نے دوبارہ پہاڑوں سے آکر دہشت گردی شروع کر دی۔ بالآخر ۱۷۱۵ء میں اسے گرفتار کر کے دہلی لایا گیا اور قتل کر دیا گیا۔

مغلیہ سلطنت دن بدن روبہ زوال ہو رہی تھی۔ پنجاب کی حکومت احمد شاہ ابدالی کے حملوں سے کمزور ہو گئی تھی جس کی وجہ سے سکھوں کو دوبارہ سر اٹھانے کی جرأت ہوئی، مگر احمد شاہ درّانی کے فرزند شہزادہ تیمور نے، جو پنجاب کا حاکم تھا، امرتسر پر حملہ کر کے سکھوں کو تہس نہس کر دیا۔ ۱۷۵۸ء میں احمد شاہ ابدالی نے پانچویں بار پنجاب کا رخ کیا تو اس نے سکھوں سے درگزر کی۔ اس پر سکھ دوبارہ نکل آئے اور اپنی کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ حاصل کر لی۔ لیکن ۱۷۶۲ء میں احمد شاہ دوبارہ واپس آیا اور اس نے سکھوں کو عبرتناک شکست فاش دی۔ اس کے جانے کے بعد ۱۷۶۳ء میں سکھوں نے سرہند پر ہلہ بول دیا اور اس کو ویران کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے لاہور پر بھی قبضہ کر لیا اور خالصہ حکومت کا اعلان کر دیا۔ رنجیت سنگھ پنجاب کا حاکم بن گیا۔

رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں سکھوں نے مظالم کی انتہا کر دی۔ انہوں نے مساجد کی بے حرمتی کی اور مسلمانوں کی عبادت میں خلل ڈالا گیا۔ سکھ دور میں وہ صورت حال پیدا ہوئی جس کی ترجمانی علامہ اقبال نے اس شعر میں کی ہے۔

خالصہ شمشیر و قرآں را ببرد
اندراں کشور مسلمانی بمرد

© rasailojaraid.com

سکھوں کے مظالم کے خلاف ۱۳ویں صدی ہجری کے تقریباً وسط اور ۱۹ویں صدی عیسوی کے ثلثِ اول میں حضرت سید احمد شہید اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہید نے جو دانش گاہ ولی اللّٰہی کے تربیت یافتہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فیض یافتہ تھے' رنجیت سنگھ کی حکومت کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا اور اس سے اپنے اس وسیع و عمیق منصوبہ اور مہم کا آغاز کیا جو برعظیم کو غیر ملکی اقتدار سے آزاد کرانے' حکومت شرعی کے قیام' مسلم معاشرہ کی اصلاح و تطہیر اور احیائے دین کے لئے شروع کی تھی۔

جاٹ : جاٹ مرہٹوں کی طرح نہ کوئی منظم فرقہ تھے نہ سکھوں کی طرح مذہبی گروہ' لیکن مغل سلطنت کی کمزوری یا سیاسی انتشار اور عام آبادی کے عدم تحفظ کے احساس نے ان میں ایک جارحانہ تنظیم پیدا کر دی اور یہ ایک تخریبی گروہ بن گئے۔ ان کا مقصد قیامِ سلطنت اور کوئی سیاسی انقلاب نہ تھا' محض بگڑے ہوئے حالات سے عارضی فائدہ اٹھانا' استحصال اور اقتصادی مقاصد کی تکمیل تھا۔

جاٹ زیادہ تر آگرہ اور دہلی کے جنوبی علاقہ میں آباد تھے۔ ان کی تخریبی کارروائیوں سے حکومت بہت پریشان تھی۔ آخر نجیب الدولہ نے اپنے حسن تدبیر سے جاٹوں پر فتح حاصل کی اور ان کے سردار سورج مل کو قتل کیا۔ اس کے قتل سے ان کی تخریبی کارروائیوں میں کمی ہوئی۔

دہلی کی حالت

مرہٹوں' سکھوں اور جاٹوں کی تخریبی کارروائیوں سے دہلی کے باشندے جو ساری سلطنت میں نہ صرف عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے بلکہ علم' زبان' تہذیب' شرافت اور عادات و اطوار سے معیار سمجھے جاتے تھے' ان حملہ آوروں سے بہت تنگ آ گئے تھے۔ علمائے کرام اور مشائخ بھی بہت حیران و پریشان تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے ایک مکتوب میں جو انہوں نے مرزا مظہر جانِ جاناں کے نام لکھا تھا' دہلی کے حالات سے ان کو آگاہ کیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "دہلی کے روزمرہ کے ہنگاموں اور بے اطمینانی سے تنگ آگیا ہوں۔" (کلمات طیبات' مکتوب نمبر ۴۰)

© rasailojaraid.com

۱۱۴۵ھ میں شاہ ولی اللہ حجاز سے دہلی پہنچے اور ۱۱۵۱ھ میں نادر شاہ درانی نے دہلی پر حملہ کر دیا جس نے سلطنت مغلیہ کی رہی سہی چولیں ہلا دیں اور دلی کی خاک اڑا دی۔

حضرت شاہ صاحب کا قائدانہ اور مجاہدانہ کردار

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے مرہٹوں' سکھوں اور جاٹوں کی تخریبی کارروائیوں کو مٹانے کے لئے نجیب الدولہ کا انتخاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کو مردم شناسی و حقیقت پسندی کا وہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ آپ نے اس سلسلہ میں نواب نجیب الدولہ کا انتخاب کیا۔ آپ نے نواب نجیب الدولہ کے اندر دینی حمیت کو دیکھ لیا۔ شاہ صاحب نے ان سے مراسلت شروع کی اور ان کے ذریعہ احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان بلانے کی دعوت دی۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے براہ راست بھی احمد شاہ ابدالی کو خطوط لکھے اور نواب نجیب الدولہ سے بھی خطوط لکھوائے۔

© rasailojaraid.com

احمد شاہ ابدالی حضرت شاہ صاحب کے زمانہ میں چھ مرتبہ ہندوستان آکر مقامی اور وقتی ضرورتوں کو پورا کر کے واپس جا چکا تھا۔ احمد شاہ ابدالی کی فوج نے اپنے حملوں کے دوران کوئی مفید کام انجام نہیں دیا تھا اور نہ ہی اسلامی تعلیمات کی پابندی کی تھی' تاہم حضرت شاہ صاحب پُر امید تھے کہ احمد شاہ ابدالی دوبارہ ہندوستان آئے گا جیسا کہ اپنے ایک مکتوب بنام محمد عاشق پھلتی میں لکھتے ہیں :

"جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی اس ملک میں پھر آئے گا اور ان کفار کو زیر و زبر کر دے گا۔ باوجود مظالم کے جو وہ کر رہا ہے' اس کو جس لئے اب تک اللہ نے باقی رکھا ہے وہ یہی کام ہے۔" (سیاسی مکتوبات ص ۲۶۔۲۷)

اور خود حضرت شاہ صاحب نے احمد شاہ ابدالی کو لکھا کہ :

"اس زمانہ میں ایسا بادشاہ جو صاحب اقتدار و شوکت ہو اور لشکرِ مخالفین کو شکست دے سکتا ہو' دوراندیش و جنگ آزما ہو' سوائے آنجناب کے کوئی اور موجود نہیں ہے۔" (سیاسی مکتوبات' ص ۲۱)

© rasailojaraid.com

اور اسی مکتوب میں آگے لکھتے ہیں کہ :

"ہم بندگانِ الٰہی حضرت رسول ﷺ کو شفیع بناتے ہیں اور خدائے عزو جل کے نام پر التماس کرتے ہیں کہ ہمتِ مبارک کو اس جانب متوجہ فرما کر مخالفین سے مقابلہ کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا ثواب جناب کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی فہرست میں نام درج ہو جائے، دنیا میں بے حساب نعمتیں ملیں اور مسلمان دستِ کفار سے خلاصی پا جائیں۔" (سیاسی مکتوبات ص ۱۲)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور نواب نجیب الدولہ نے احمد شاہ ابدالی کو جو خطوط لکھے ان کی تحریک پر ۱۱۷۰ھ / ۱۷۵۷ء میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کا رخ کیا۔ ایک سال معمولی جھڑپوں میں گزر گیا۔ بالآخر ۱۱۷۴ھ / ۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء کو پانی پت کے میدان میں مرہٹوں، افغانوں اور ہندوستانی اسلامی متحدہ محاذ کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی جس نے ہندوستان کی تاریخ کا رخ بدل دیا اور مرہٹوں کو ہندوستان کے سیاسی نقشہ سے باہر نکال دیا۔ مرہٹوں کی طاقت چشم زدن میں کافور کی طرح اڑ گئی اور کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں صف ماتم نہ بچھ گئی ہو۔ لیڈروں کی پوری نسل ایک ہی معرکہ میں غائب ہو گئی۔

(سیاسی مکتوبات ص ۴۵)

اس جنگ کے بعد احمد شاہ ابدالی نے مغل بادشاہ شاہ عالم کو اس طرف متوجہ کرنے کی پوری کوشش کی کہ وہ ایک مستحکم حکومت قائم کریں۔ لیکن شاہ عالم میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ کوئی قدم اٹھاتے اور اس جنگ کی فتح کا فائدہ شاہ عالم کی بجائے فاتحین جنگ پلاسی نے اٹھایا۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں :

"مرہٹوں، جاٹوں اور سکھوں کی تحریک میں اتنی وسعت اور ہمہ گیری نہ تھی کہ وہ ہندوستان کی مرکزیت و وحدت کو برقرار رکھنے کی تدبیر سوچتی۔ شاہ صاحب اپنے مجوزہ نظام میں اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے زمانہ کی مرکزیت اور سلطنتِ ہند کے اقتدارِ اعلیٰ کو بحال دیکھنا چاہتے تھے لیکن

© rasailojaraid.com

اس طرح سے کہ مطلق العنان بادشاہوں کے بجائے انصاف کی حکومت ہو۔ اگر سلطنت میں تھوڑی بھی جان ہوتی تو وہ جنگ پانی پت کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر اپنے اقتدار کو ہندوستان میں پھر کچھ صدیوں کے لئے قائم کر سکتی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغلیہ سلطنت اُس وقت بے روح جسم کی مانند تھی۔ جنگ پانی پت کا اصلی فائدہ فاتحین جنگ پلاسی نے اٹھایا۔" (سیاسی مکتوبات، ص ۴۶۔۴۷)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے صحیح جانشین اور غیرت وحمیتِ دینی کے وارث ان کے فرزند ارجمند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ اور پوتے حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے تربیت یافتہ و دینی مصلح حضرت سید احمد شہیدؒ نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشن کی تکمیل کی اور اس سلسلہ میں حضرت سید احمد شہید اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہید نے اپنی جان کی بازی لگادی۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ مشاہیر کی نظر میں

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی جامع وہمہ گیر شخصیت کے لئے ان کی بلند پایہ علمی تصانیف اور شاندار مجددانہ کارناموں کی موجودگی میں کسی دوسرے ثبوت واعتراف کی چنداں ضرورت نہیں لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محی السنہ مولانا نواب صدیق حسن خانؒ اور مولانا شبلی نعمانی کے جو تاثرات ہیں وہ پیش کردیئے جائیں۔ حضرت نواب صاحب مرحوم و مغفور فرماتے ہیں :

انصاف ایں است اگر وجودِ اُو در صدر اول در زمانہ ماضی می بود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ می شد، (اتحاف النبلاء)

(اگر ان کا وجود زمانہ ماضی کے عہد اول میں ہوتا تو امام الائمہ اور تاج المجتہدین شمار کیے جاتے۔)

مولانا شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں کہ :

"ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہی کے زمانے میں مسلمانوں میں جو

© rasailojaraid.com

عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہ رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہو گا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانے میں شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی، اور ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔" (علم الکلام)

فرزندان گرامی قدر

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے چار صاحبزادے تھے اور یہ صاحبزادے نعم الخلف لنعم السلف تھے جنہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے جلائے ہوئے چراغ کو نہ صرف روشن رکھا بلکہ اس سے آگے سینکڑوں چراغ روشن ہوئے اور ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا رہا اور یہ سب چراغ اس چراغ سے روشن ہوئے جو ۱۲ویں صدی ہجری کے وسط [illegible] حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے جلایا تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ : ۲۵ رمضان المبارک ۱۱۵۹ھ کو پیدا ہوئے۔ ۱۶ سال کے تھے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے انتقال کیا تو والد بزرگوار کی مسندِ تحدیث کے وارث ہوئے اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے تجدیدی کارناموں کی تکمیل کی۔ ساری عمر درس و تدریس میں گزری۔ تفسیر عزیزی، بستان المحدثین، عجالۃ النافعہ اور تحفہ اثنا عشریہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۷ شوال ۱۲۳۹ھ کو ۸۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

(نزہتہ الخواطر، ج ۷ ص ۲۷۶)

حضرت رفیع الدین دہلویؒ : حضرت شاہ ولی اللہ کے دوسرے فرزند ہیں۔ تعلیم کی تکمیل حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے کی۔ ۲۰ سال کی عمر میں افتاء اور درس میں امتیاز و شہرت حاصل کی۔ آپ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ قرآن مجید کا اردو ترجمہ تحت اللفظ ہے۔ ۶ شوال ۱۲۳۳ھ کو دہلی میں وفات پائی۔ (نزہتہ الخواطر، ج ۷ ص ۱۸۶)

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ : حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے تیسرے فرزند ہیں۔ جملہ علوم اسلامیہ کی تحصیل حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے کی۔ درس و تدریس کا سلسلہ دہلی کی مسجد اکبر آبادی میں شروع کیا اور ساری عمر مسجد کے حجرہ میں گزاری۔ آپ

© rasailojaraid.c

کی تصانیف میں قرآن مجید کا اردو ترجمہ بامحاورہ ہے اور اس کے ساتھ مختصر حاشیہ موضح القرآن کے نام سے لکھا۔ ۱۹ رجب ۱۲۳۰ھ دہلی میں انتقال کیا۔ (نزہتہ الخواطر' ج ۷ ص ۲۹۶)

حضرت شاہ عبد الغنی دہلویؒ : یہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے سب سے چھوٹے صاجزادے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے تعلیم حاصل کی۔ عمر بہت تھوڑی پائی۔ جب تک زندہ رہے درس و تدریس میں مصروف رہے۔ ۱۲۲۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (حیات ولی' ص ۳۵۲)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے صاجزادگان گرامی قدر کی ترتیبِ وفات عکسی ہے۔ سب سے چھوٹے صاجزادے شاہ عبد الغنی نے ۱۲۲۷ھ میں' پھر ان سے بڑے شاہ عبد القادر نے ۱۲۳۰ھ میں' پھر شاہ رفیع الدین نے ۱۲۳۳ھ میں اور پھر حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی۔

© rasailojaraid.c

مولانا شاہ اسمٰعیل شہید دہلویؒ : مولانا شاہ اسمٰعیل شہید ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ ان اولوالعزم' عالی ہمت' ذکی' جری اور غیر معمولی افراد میں سے تھے جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ مجتہدانہ دماغ کے مالک تھے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے ان کو حجتہ الاسلام کے لقب سے یاد کیا ہے۔ مولانا شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی کی معرکتہ الآراء تصنیف تقویتہ الایمان ہے' جس سے خلقِ خدا کو بہت فائدہ پہنچا اور عقائد کی ایسی اصلاح ہوئی کہ شاید کوئی منظم حکومت مشکل سے ایسا کر پاتی۔ مولانا شاہ اسمٰعیل شہید کی زندگی میں دو ڈھائی لاکھ آدمی درست ہو گئے تھے' اور ان کے بعد جو نفع ہوا اس کا تو اندازہ ہو نہیں سکتا۔ عمومی دعوت و اصلاح کے اس عظیم کام کے ساتھ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اپنے کو پورے طور پر تیار کیا اور آخر آپ نے حضرت سید احمد شہیدؒ کی معیت میں ۲۴ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ کو بالاکوٹ کے معرکہ میں شہادت کا شرف حاصل کیا۔

(تراجم علمائے حدیث ہند' ج ۱ ص ۹۲)

© rasailojaraid.c